نازیہ اکرم
اسکالر پی ایچ۔ڈی اُردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور
پروفیسر ڈاکٹر حمیرا ارشاد
صدر شعبہ اُردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

حفیظ تائبؒ کے نعتیہ شہر آشوب میں استغاثہ و استمداد

Nazia Akram
Scholar Ph.D Urdu, Lahore College for Women University, Lahore.
Dr. Humaira Irshad
Head of Urdu Department, Lahore College for Women University, Lahore.

Request and Appeal in Hafeez Taib's Natiya Shahr Ashob

Poets use their poetry as a tool to give vent to their inner feelings and highlight the socio economic turmoil of their era in the true sense. They cannot remain oblivious to their surroundings. In Urdu, the Natiya Poetry / Kalam has the tradition to include socio-political and moral issues of the contemporary times. The genre of Ashob-e-Shahr in Natiya Kalam highlights the anguish and distress of poets. The poets make an appeal and request to the Holy Prophet (P.B.U.H) in their Natiya Kalam. This article throws light on it in Hafeez Taib's Naat and traces back the history of Natiya Kalam of poets who depicted the woes and tumults of their times in their poetry. Taib's Natiya poetic collections represent the sufferings, moral decay and decline of values among the Muslims. He gives mirror image to those happenings and appeals to the Holy Prophet (P.B.U.H) to have a look of mercy upon His ummah.

Key Words: *Naat, Appeal, Request, Mercy, Turmoil, Anguish, Distress, Woes.*

اُردو کی نعتیہ شاعری کی روایت میں اخلاقی، تہذیبی، روحانی، ثقافتی، سماجی اور سیاسی آشوب کا ذکر ایک اہم موضوع رہا ہے نیز ذاتی اور کائناتی دکھوں کے علاج کے لیے نعت گو شاعر کا رُخ مرکزِ شفقتﷺ کی طرف ہو جاتا ہے جہاں وہ استغاثہ بھی کرتا ہے اور استمداد کا طلب گار بھی ہوتا ہے۔

حفیظ تائبؔ جیسا عہد آشنا نعت گو نہ صرف آشوبِ عصر کا ترجمان ہے بلکہ ملت کے دکھ اور کرب کے علاج کا بھی خواہشمند ہے۔ اُنہیں لوازمات نعت کا مکمل ادراک ہے اور اُن کے نعتیہ موضوعات معلومات سے معمور ہیں۔ وہ نہ صرف اُمتِ مسلمہ بلکہ تمام بنی نوع انسان کے حالات پر کہیں بے بسی کا اظہار کرتے ہیں اور کہیں اشکبار ہو کر سرورِ کائناتؐ سے استغاثہ کرتے ہیں اور کبھی اُمتِ مسلمہ کو بگڑے حالات سے نکلنے کی ترغیب دیتے ہوئے اُمید افزا انداز میں ہمت بندھاتے نظر آتے ہیں:

میں نے شہر آشوب لکھا ہے بہ اُمیدِ کرم!
اب تو شہر افروز دیکھوں مصطفیؐ یا مصطفیؐ

حفیظ تائبؔ کے نعتیہ شہر آشوبوں میں احساس کی قندیل جگمگاتی نظر آتی ہے۔ وہ نہ صرف بیرونی کثافتوں، بے ترتیبی، انتشار اور غلبۂ مادیت کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں بلکہ اُن کے ہاں عصری مسائل و واقعات کے حوالے سے مٹتی ہوئی اقدار و روایات، مغرب زدگی اور روز افزوں پھیلتی منافقت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اُن کے جذبات گویا پوری سچائی کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر شعری پیکر میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ زیرِ نظر نعت میں وہ پوری انسانیت اور بالخصوص مسلمانوں کے لیے دُعا گو ہیں نیز اُمتِ مسلمہ جس اندرونی اور بیرونی خلفشار سے دوچار ہیں اس کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ ملت کے عروج کی خواہش بھی عیاں ہے اگرچہ ہلکا سا شکوے کا انداز بھی ہے مگر گداز و حساسیت سے بھرپور یہ نعت گویا انفرادی و اجتماعی آشوب کا حسین امتزاج ہے۔ حفیظ تائبؔ شدتِ آلام کے سامنے اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے رسول پاکؐ سے یوں استغاثہ و استمداد کرتے ہیں:

اپنی اُمت کے برہنہ سر پر رکھ شفقت کا ہاتھ
پونچھ دے انسانیت کی چشمِ تر خیر البشرؐ
رونما کب ہو گا راہِ زیست پر منزل کا چاند
ختم کب ہو گا اندھیروں کا سفر خیر البشرؐ
کب ملے گا اُمتِ بیضا کو پھر اوجِ کمال
کب شبِ حالات کی ہو گی سحر خیر البشرؐ (۱)

اسی خیال کی ترجمانی ''کوثریہ'' میں یوں کرتے ہیں:

جانے کیا احوالِ اُمت کے بدلنے میں ہے دیر

جانے کیا حائل دُعا کے پر اثر ہونے میں ہے
کب بہار آئے گی تائبؔ آرزو کے دشت میں
کیا خبر کیا دیر رحمت کی نظر ہونے میں ہے (۲)

اور اپنے نعتیہ مجموعے "طاقِ حرم" میں دلی جذبات کا اظہار اِن الفاظ میں کرتے ہیں:

کیا تجھ کو گوارا ہے تیری اُمت مظلوم
صیدِ غم ایام ہو آقائے دوعالم
تائبؔ کی تمنا ہے ہر سمت جہاں میں
اسلام ہی اسلام ہو آقائے دوعالم (۳)

حفیظ تائبؔ کی نعتیہ شاعری آشنائے حقیقت اور بالغ نظری کے جوہر سے مزین ہے۔ درج ذیل نعت ملت کی زبوں حالی کا نوحہ ہے جس میں مغرب پرستی اور اس کی تباہ کاریوں، معاشرتی اور ثقافتی خرابیوں کی صرف نشاندہی ہی نہیں کی گئی بلکہ شخصی غم کو براہِ راست بیان کیا گیا ہے۔ تعلیماتِ نبویؐ پر نہ چلنے کی پاداش میں اُمتِ مسلمہ عسرت وذلت کے جس پاتال میں گر چکی ہے اُس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مایوسی اور اضطراب کو بھی تائبؔ نے بیان کیا ہے جو انتہائی الم انگیز ہے:

دے تبسم کی خیرات ماحول کو، ہم کو درکار ہے روشنی یا نبیؐ
ایک شیریں جھلک، ایک نوریں ڈلک، تلخ و تاریک ہے زندگی یا نبیؐ
اے نوید مسیحا! تری قوم کا حال عیسیٰ کی بھیڑوں سے ابتر ہوا
اس کے کمزور اور بے ہنر ہاتھ سے چھین لی چرخ نے برتری یا نبیؐ
کام ہم نے رکھا صرف اذکار سے، تیری تعلیم اپنائی اغیار نے
حشر میں منہ دِکھائیں گے کیسے تجھے، ہم سے ناکردہ کار امّتی یا نبیؐ
دشمنِ جاں ہوا میرا اپنا لہو، میرے اندر عدو، میرے باہر عدو
ماجرائے تحیّر ہے پُرسیدنی، صورتِ حال ہے دیدنی یا نبیؐ
روح ویران ہے، آنکھ حیران ہے، ایک بحران تھا، ایک بحران ہے
گلشنوں، شہروں، قریوں پہ ہے پرفشاں ایک گھمبیر افسردگی یا نبیؐ

سچ مرے دَور میں جرم ہے، عیب ہے، جھوٹ فنِّ عظیم آج لاریب ہے
ایک اعزاز ہے جہل و بے رہ روی، ایک آزار ہے آگہی یانبیؐ
راز داں اس جہاں میں بناؤں کسے، روح کے زخم جا کر دِکھاؤں کسے
غیر کے سامنے کیوں تماشا بنوں، کیوں کروں دوستوں کو دُکھی یانبیؐ
زیست کے تپتے صحرا پہ شاہِ عربؐ! تیرے اکرام کا ابر برسے گا کب؟
کب ہری ہوگی شاخِ تمنا مری، کب مٹے گی مری تشنگی یانبیؐ
یانبیؐ!اب تو آشوبِ حالات نے تیری یادوں کے چہرے بھی دھندلا دیئے
دیکھ لے، تیرے تائبؔ کی نغمہ گری، بنتی جاتی ہے نوحہ گری یانبیؐ(۴)

یانبیؐ کی ردیف نے استغاثہ واستمداد سے بھرپور اس نعتیہ شہر آشوب کی تاثیر کو دو گنا کر دیا ہے جس میں نہ صرف ہمارے نظامِ معیشت کا، جو درہم برہم ہو چکا ہے کا ذکر ہے بلکہ چار سو پھیلے ہوس وزر پرستی، حاکمانہ مکاریوں اور ایذار سانیوں کے تسلط کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس نعت میں اصلاح احوال کے جگنو بھی بلواسطہ اپنی چمک دکھاتے نظر آتے ہیں کہ ہمارے اخلاقی، سیاسی، تہذیبی اور معاشرتی رخنوں کا علاج سیرتِ محمدیؐ کی تقلید میں ہے۔ یہ نعتیہ استغاثہ اُردو شاعری کی کمیاب مثالوں میں سے ہے اسے پڑھتے ہوئے دھیان حالی کی:

اے خاصۂ خاصانِ رُسلؐ یہ وقت دُعا ہے

کی طرف جاتا ہے اور حالیؔ و تائبؔ کے جذبات کا اظہار ایک ہی تسلسل کی مختلف کڑیاں لگتے ہیں کیونکہ اس نعت میں روح کی ویرانی اور آنکھ کی حیرانی سے مُراد صرف شاعر کے ہی احساسات و جذبات کی ترجمانی نہیں بلکہ یہ ہر درد مند مسلمان کی باطنی اور خارجی کیفیات کی عکاسی بھی ہے نیز تمام عالمِ انسانیت پر جو پژمردگی، مایوسی اور اضطراب طاری ہے اس کی پرسوز تصویر ہے۔

تائبؔ کی درج ذیل نعت جو بظاہر تجزیاتی نقطہ نظر کی حامل ہے لیکن درپردہ پرسوز استغاثہ ہے کہ موجودہ دور میں افرنگ زدگی نے مسلم اُمت کو مجبورِ محض بناڈالا ہے نیز اس میں ان عوارض کی بھی نشاندہی کی گئی ہے جن کے باعث مسلمان زوال سے دوچار ہیں جبکہ دُنیا کی دوسری اقوام آپؐ کے اسوۂ کامل کو مشعلِ راہ بنا کر دُنیا میں عروج اور کامیابی سے ہمکنار ہیں:

اغیار سرفراز ہوئے بزمِ جہاں میں
سیرت سے تری لے کے سبق ہادیٔ برحق
ہم بھول کے پیغام ترا ہو گئے رسوا
جینے نہیں دیتا یہ قلق ہادیٔ برحق
ڈرتا ہوں کہیں صرصرِ دوراں نہ اُڑا لے
باقی ہے جو ایماں کی رمق ہادیٔ برحق

اسی طرح نعت بعنوان ''پھر اُٹھا ہاتھ بہرِ دُعا یا نبیؐ'' میں بھی ان کا عصری شعور نمایاں ہے۔ یہ نعتیہ نظم بنیادی طور پر چار حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصّہ میں آپؐ کی آمد سے قبل کے حالات کا ذکر ہے دوسرے حصّے میں آمد رسولؐ کے مقصد کو بیان کیا گیا ہے نیز آپؐ کی آمد کے بعد رونما ہونے والی تبدیلیوں کا ذکر ہے۔ تیسرے حصّے میں محفلِ دہر کی موجودہ صورتِ حال کی تصویر کشی کی گئی ہے اور انسانیت پر چھائی نکبت کی گھنگھور گھٹاؤں کا ذکر ہے جبکہ آخری حصّے میں شاعر ملتمس ہے کہ آپؐ بار گاہِ خداوندی میں اُمتِ مسلمہ کی سرفرازی کی دُعا کیجیے۔ پوری نعت تائبؔ کی دلسوزی کی آئینہ دار ہے اور شاعر کو یقین ہے کہ آپؐ کی دُعاؤں کے طفیل ہم مایوسیوں کی شبِ تاریک سے نجات پالیں گے۔ اہلِ اسلام جو ایک عرصے سے حالتِ جنگ میں ہیں، پنجۂ اغیار کی گرفت ان پر روز بروز مضبوط تر ہوتی جا رہی ہے۔ ضمیر وزباں پہرے لگے ہیں تمام دُنیا فتور کی زد میں ہے۔ لوگ بظاہر اتباعِ شریعت کے دعویدار ہیں لیکن در پردہ فرنگیوں کی تقلید کر رہے ہیں۔ آزادیٔ فکر و اظہار کا فقدان، ہوسِ زر کی شدت و سنگینی کے پر آشوب دور میں تائبؔ اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ کاش ہم مادہ پرستی کی بجائے اسلامی اقدار وروایات کے امین بن جائیں اور دُنیا میں سرفراز وکامران ہو جائیں:

پھر اُٹھا ہاتھ بہرِ دُعا یا نبیؐ
شاد ہو جائے خلقِ خدا یا نبیؐ
لوٹ آئے مرے دیکھتے دیکھتے
دورِ عدل ومساوات کا یا نبیؐ
حرمتِ خونِ انسان ہو سب پر عیاں
پھر چلے خیر کا سلسلہ یا نبیؐ

پھر سرفراز ہو اُمتِ آخریں
ختم ہو یورش ابتلا یا نبیؐ
دور مایوسیوں کی شب تار ہو
مہر اُمید ہو رونما یا نبیؐ
زندگی حق پرستوں پہ آسان ہو
پھر ہو ترویج مہر و وفا یا نبیؐ
یہ وطن جو بنا ہے ترے نام پر
اس کے سر سے ٹلے ہر بلا یا نبیؐ(۵)

اسی طرح تائبؔ کی ایک نعت بعنوان ''شب اسرا''، آشوبِ عہد، استغاثہ اور استمداد کی بہترین عکاس ہے۔ یہ بنیادی طور پر ایک معراجیہ نظم ہے کیونکہ پہلے واقعۂ معراج کا ذکر ہے پھر گریز سے کام لیتے ہوئے تائبؔ پستیٔ اُمت کی بات کرتے ہیں اور ملت کا استغاثہ بحضور سرورِ کونینؐ پیش کرتے ہیں آخر میں نعت استمداد کا رنگ اختیار کر لیتی ہے کیونکہ شاعر کو اُمت کی زبوں حالی کا دکھ دامن گیر ہے جو محتاج و بے بس ہو گئی ہے۔ مسلمان جو زمانے میں فرمانِ حق اور شریعت اسلامی کے امانت دار ہیں، مذہب سے روگردانی کے باعث ذلیل وخوار ہو گئے ہیں۔ تائبؔ کے پیشِ نظر مسلمانوں کا تابناک ماضی بھی ہے اور لحۂ موجود میں درپیش بدحالی کا نوحہ بھی، عروج وزوال کی اس داستان نے حفیظ تائبؔ جیسے حساس نعت گو شاعر کے لہجے کو آہ وفغاں کا رنگ عطا کر کے اور بھی دردناک بنا دیا ہے:

دل کو مرے تڑپانے لگی پستیٔ اُمت
جوں جوں مجھے یاد آنے لگی رفعتِ مولیٰ
اُس شاہ کی اُمت ہوئی محتاجِ زمانہ
ہر نعمتِ کونین ہے جس شاہ کا صدقہ
جو دہر میں فیضانِ رسالت کی امیں ہے
وہ قوم ہوئی صدق وعدالت سے معرا
یہ حالِ زبوں اُمتِ مرحوم کا یاربّ!
اب شاعرِ سرکار سے دیکھا نہیں جاتا

پھر ملتِ بیضا کو سر افراز جہاں کر
اب پھیر دے ماضی کی طرف چہرۂ فردا
لوٹا دے بہاریں چمنستانِ صفا کی
لہرا دے زمانے میں صداقت کا پھریرا
حسرت ہے کہ تائبؔ بھی ابھرتا ہوا دیکھے
ظلمات کی خندق سے ہدایت کا سویرا(۶)

اُمتِ مسلمہ کی غمگساری کا جو جذبہ تائبؔ کی نعت کا نمایاں پہلو ہے اس کے بارے میں افضل فقیرؔ لکھتے ہیں:

"اُس کی شاعری کا ایک خصوصی مقام جو معارف ربانیہ کی روح ہے، غمگساریٔ اُمتِ مرحوم ہے۔ وہ بارگاہِ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اُمت کی زبوں حالی کا تذکرہ کرتا ہے اور آپ کی چشمِ التفات کا طلبگار ہے یہ ایمان کی صداقت اور دردمندیٔ باطن کا نقطۂ عروج ہے، جہاں فرد ذاتی رنج والم کو اُمت کے درد و کرب میں مدغم دیکھتا اور اس کی چارہ سازی چاہتا ہے۔"(۷)

تائبؔ صرف پستیٔ اُمت کے ذکر تک محدود نہیں رہتے بلکہ اِن وجوہ کی نشاندہی بھی کرتے ہیں جن کے باعث اُمتِ مسلمہ کے حالات دگر گوں ہیں۔ ترقی اور روشن خیالی کے نام پر پھیلنے والی بے حیائی کا ذکر کرتے ہوئے تائبؔ رنجیدہ ہو جاتے ہیں۔ درج ذیل نعت میں مادی، نفسیاتی، اخلاقی اور سماجی قباحتوں پر حفیظ تائبؔ کی دلسوزی کا انداز ملاحظہ ہو:

پُر کرے گا کون روحوں کے خلا یا مصطفیؐ
تیری چشمِ لطف ورحمت کے سوا یا مصطفیؐ
کٹ کے ہم رستے سے تیرے جس قدر آگے بڑھے
جسم و جاں کا فاصلہ بڑھتا گیا یا مصطفیؐ
مال و منصب، مکر و فن ٹھہرے ہیں معیارِ شرف
مٹ رہا ہے جذبۂ مہر و وفا یا مصطفیؐ

خیر کیشوں کے جہاں میں اکھڑے اکھڑے ہیں قدم
یوں ہے برگشتہ زمانے کی ہوا یا مصطفیٰؐ
دوڑتا ہے میری آنکھوں کی طرف دل کا لہو
دیکھ کر ہر گام پر خونِ حیا یا مصطفیٰؐ
زیر دستوں پر مظالم، حق پرستوں کا مذاق
کیا نہیں دیکھا بنامِ ارتقا یا مصطفیٰؐ
میں نے شہر آشوب لکھا ہے بہ اُمیدِ کرم
اب تو شہر افروز دیکھوں مصطفیٰؐ یا مصطفیٰؐ
دہر میں پھر اہلِ دیں کو سرفرازی ہو نصیب
لوٹ آئے دورِ عدل و خیر کا یا مصطفیٰؐ(۸)

حفیظ تائبؒ کے ہاں آشوبِ عصر کی حامل نعتوں میں استغاثہ و استمداد کے حوالے سے حق پرستوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا ذکر بکثرت ملتا ہے جس پر وہ افسردہ و غمگین بھی ہوتے ہیں اور جبر و استبداد کے اس دور کے خاتمہ کے لیے آپؐ کے حضور دُعا گو بھی ہوتے ہیں۔ درج ذیل نعت شاعر کے باطنی گداز اور زبان پر مکمل دسترس کی نمائندگی کرتی ہے:

اے مظہرِ لایزال آقا
سر تا بہ قدم جمال آقا
وحشی ہے صرصرِ حوادث
گرتا ہوں مجھے سنبھال آقا
دل دستِ فشار میں ہے ایسے
جیسے کوئی یرغمال آقا
اک وصف ہے انتہا پسندی
ایک عیب ہے اعتدال آقا
جاری ہے زیست کی رگوں میں

زہرِ زر و سیم و مال آقا
جائیں تو کدھر کہ چار جانب
فتنوں کے بچھے ہیں جال آقا
اعصاب جواب دے چلے ہیں
ہر مشکل ہے اک سوال آقا(۹)

چھوٹی بحر میں مرقوم اس شہر آشوب میں اپنے عہد کا تمام تر درد سمٹ آیا ہے۔ شمائلِ محمدیؐ کے ذکر کے بعد شاعر نے جس طرح عصرِ حاضر کے حالات وواقعات پر پریشانی اور اپنی شناخت کی گمشدگی پر افسردگی کا اظہار جس دلسوزی سے کیا ہے وہ بے مثال ہے۔ اُمتِ محمدیؐ کے عروج کے لیے دستِ دُعا یوں بلند کرتے ہیں:

بے برگ ہوں بے وقار ہوں میں
بے ہمسر و بے مثال آقا
میں غیر کے ہاتھ دیکھتا ہوں
اے سر تا پا نوال آقا
گھبرا کے مصائب و فتن سے
کی جرأت عرضِ حال آقا
سینے کی جراحتوں کا تجھ بن
ممکن نہیں اندمال آقا
دم گھٹنے لگا تیرگی میں
پھر جادۂ جاں اُجال آقا
دریوزہ گرِ کرم رہا ہے
فردا ہو کہ میرا حال آقا
اُمت کو عروج پھر عطا ہو
غم سے ہے بہت نڈھال آقا(۱۰)

امجد اسلام امجدؔ، تائبؔ کے اس سماجی شعور کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

''حفیظ تائبؔ کی نعت میں اپنی قوم کی تباہ حالی کی صرف نوحہ گری اور نشاۃ ثانیہ کی دُعا ہی نہیں بلکہ ایک گہرا سماجی شعور بھی ہے۔ جو ہماری توجہ ان اسباب و علل کی طرف دلاتا ہے جن کی وجہ سے یہ صورتِ حال پیدا ہوئی ہے۔'' (۱۱)

موجودہ دور عہدِ جاہلیت کی جدید تصویر ہے جہاں حرمتِ خونِ مسلم ناپید ہو کر رہ گئی ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ہی خون کا پیاسا ہے کیونکہ مسلمانوں نے طاغوتی طاقتوں کو قبلۂ حاجات بنالیا ہے۔ روحانی طور پر کھوکھلے پن کا شکار ہونے کے باعث اِن کے دل کی زمین بھی بنجر ہو گئی ہے۔ خود غرضی اور حسد جیسے امراض اِن کے جسدِ خاکی کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں اور وہ حقیقی خوشیوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ تائبؔ اس دھند کے پار رحمت دو عالمؐ کو مدد کے لیے پکارتے ہیں اور ان کے ہاں سطوتِ ماضی کا ذکر موجودہ حالات سے تقابل کی غرض سے آتا ہے کیونکہ ان کی التجاؤں کا محور اُمتِ مسلمہ کی ابتری کو بہتری میں دیکھنے کی آرزو ہے لہٰذا وہ اجتماعی کرب کو صرف محسوس ہی نہیں کرتے بلکہ ان کی دلسوز صدا پوری انسانیت کی دہائی بن جاتی ہے:

خلق دیتی ہے دہائی مصطفیؐ یا مصطفیؐ
کرب سے اب ہو رہائی مصطفیؐ یا مصطفیؐ
دہر میں پھر دورِ عدل و خیر کا آغاز ہو
آج کہتی ہے خدائی مصطفیؐ یا مصطفیؐ
اور کس کے در پہ جائیں تجھ سے جب وابستہ ہے
دین و دُنیا کی بھلائی مصطفیؐ یا مصطفیؐ
گردشِ ایام کے ہاتھوں صدا دینے لگے
اب تو زخمِ نارسائی مصطفیؐ یا مصطفیؐ(۱۲)

حفیظ تائبؔ اپنے ارد گرد کی زندگی، اس کے مسائل اور ہماہمی کو قطعاً نظر انداز نہیں کرتے بلکہ چار سو پھیلی سراسیمگی کو التجائیہ انداز میں آپؐ کے حضورؐ بڑے قرینے سے پیش کرتے ہیں۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے حوالے سے یوں التماسِ رحمت کرتے ہیں:

اے حبیبِ خدا اے شہِ انبیاء
اپنے شیداؤں کی لاج رکھ لیجئے

آج پھر ہے ہمیں سامنا کفر کا
نام لیواؤں کی لاج رکھ لیجیے
یہ تمنائیں جو قوم کے دل میں ہیں
ان تمناؤں کی لاج رکھ لیجیے (۱۳)

۱۹۶۷ء میں بیت المقدس پر اسرائیلی تسلط نے شورش اور بدامنی کی جس فضا کو جنم دیا تھا اس نے منبر و مسجد کو نوحہ خواں بنا دیا۔ مسلمانانِ عالم کے لیے یہ حالات قیامتِ صغریٰ سے کم نہ تھے۔ ایسے میں تائبؔ مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو تحریک دیتے ہوئے استمداد طلب کرتے ہین تاکہ طاغوتی طاقتوں کو پائمال کیا جاسکے:

فریاد کناں ہیں در و دیوار فسلطین
ہیں نوحہ بلب مسجد و منبر مرے آقاؐ
نبیوں کی زمیں منتظرِ حرفِ اذاں ہے
پہنچے کوئی اسلام کا لشکر مرے آقاؐ
سازش سے یہود اور نصاریٰ کی جہاں میں
توحید کے فرزند ہیں بے گھر مرے آقاؐ
صیہونیت افرنگ کے بل پر ہے تنومند
غازی ترے دم سے ہیں تونگر مرے آقاؐ
ہر دورِ پُر آشوب میں اک تیری دُعا نے
بدلا ہے مسلماں کا مقدر مرے آقاؐ
پھر غلبۂ اسلام ہو آفاق میں ہر سُو
تائبؔ کو یہ حسرت ہے برابر مرے آقاؐ(۱۴)

فلسطین ہو، چیچنیا، بوسینا، کشمیر یا افغانستان پر روس کے حملے کی اندوہناک داستان ہر ایک کا ذکر تائبؔ کی نعتوں میں ملتا ہے۔ مسلمانوں کے خون کی پانی سے بھی ارزانی پر وہ غمزدہ ہوتے ہیں۔ درج ذیل نعت میں ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل کو ایک تسلسل سے بیان کرتے کرتے انظر حالنا کہہ کر ترحم کی درخواست کا انداز بے مثال ہے:

اک عجب آشوب کی زد میں ہے ساری کائنات
سر پٹختی پھر رہی دہر میں ہر سُو حیات
سانس لینا اس عقوبت گاہ میں مشکل ہوا
یا رسول اللہ اُنظر حالنا
خون رُلاتا ہے مجھے اسلامیوں کا انتشار
ان پہ اندر اور باہر سے یلغار فشار
بہہ رہا ہے چار جانب ان کا خونِ ناروا
یا رسول اللہ اُنظر حالنا
سخت سر کش اور برہم ہے زمانے کی ہوا
آتشیں ہیں عالمِ اسلام کے ارض و سما
ختم ہونے کو نہیں آتا ہے دورِ ابتلا
یا رسول اللہ اُنظر حالنا
تشنۂ تکمیل ہیں افغانیوں کی کوششیں
بن گئی ہیں سدِ رہ طاغوتیوں کی سازشیں
کاروانِ حریت ہے کشمکش میں مبتلا
یا رسول اللہ اُنظر حالنا
جوشِ آزادی سے ہیں سرشار کشمیری
ظلم ان پر توڑتے رہے ہندی صبح و شام
ذرہ ذرہ مضطرب ہے وادیٔ کشمیر کا
یا رسول اللہ اُنظر حالنا
کب سے محرومِ اذاں ہے سرزمینِ مرسلیں
قبلۂ اوّل ہے اہلِ جور کے زیرِ نگیں
اک نگاہِ خاص ہے درکار شاہِ انبیاء
یا رسول اللہ اُنظر حالنا(۱۵)

افغانستان کی صورتِ حال پر رنجیدہ خاطر تائبؔ دکھی دل کے ساتھ بحضور سرورِ کائناتؐ اپنی عرضداشت یوں پیش کرتے ہیں:

آمادۂ شر پھر ہیں ستم گر مرے آقاؐ
اُمت کی خبر لے میرے سرورؐ مرے آقاؐ
افغانیوں پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا ہے
خوں ریز ہیں کہسار کے منظر مرے آقاؐ
مسموم و شرربار ہیں کابل کی فضائیں
مغموم ہیں شمشاد و صنوبر مرے آقاؐ
پھر بھیک ہمیں قوتِ حیدرؓ کی عطا ہو
اک حشر بپا ہے پسِ خیبر مرے آقاؐ(۱۶)

تائبؔ دورِ ابتلا کی طوالت سے گھبرا جاتے ہیں اور اسلامی انقلاب کے آرزومند ہیں، اپنی بے بسی پر رحمت للعالمینؐ کو پکارتے ہیں کہ روح فرسا واقعات اور دلگداز حالات میں مایوسی اور نا اُمیدی فضا میں ملتِ بیضا کب تک رہینِ یاس رہے:

دُنیائے دل ہے زیر و زبر سیدؐ البشر
ہم بیکسوں کی لیجئے خبر سیدؐ البشر
مہرِ عروج اب تو دکھائے ہمیں جھلک
شامِ زوال کی ہو سحر سیدؐ البشر
آخر پئیں گے زہرِ غمِ زیست تابہ کے
تیرے کرم کے دستِ نگر سیدؐ البشر
لہکیں گے کب فضاؤں میں نغمے بہار کے
مہکیں گے کب دلوں کے نگر سیدؐ البشر (۱۷)

حفیظ تائبؒ جیسے حساس شاعر کو اس بات کا دکھ گھلاتا ہے کہ مسلمانوں میں حرارتِ ایمانی نہیں رہی اور وہ مختلف توہمات کا شکار ہو گئے ہیں۔ بے راہ روی، تفرقہ بازی اور مال و دولت کی محبت نے حقیقی رشتوں کی پہچان ختم کر دی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو ہر طرف سے آفات وبلیات کا سامنا ہے:

بے رنگ سے دن ہیں اے سیدِ ساداتؐ!
ناگفتنی حالات ہیں اے سیدِ ساداتؐ!
موسم ہے اُداسی کا مسلط دل و جاں پر
بے برگ خیالات ہیں اے سیدِ ساداتؐ!
بے راہ روی، فتنۂ زر، تفرقہ بازی
درپے کئی خطرات ہیں اے سیدِ ساداتؐ!
اُمڈی ہوئی سب عالمِ اسلام کے سر پر
آفات وبلیات ہیں اے سیدِ ساداتؐ!
آساں نہیں کچھ ملتِ بیضا کا سنبھلنا
وہ کرب، وہ صدمات ہیں اے سیدِ ساداتؐ!
یوں خونِ مسلماں سے ہیں تر ساری زمینیں
حیراں سماوات ہیں اے سیدِ ساداتؐ!
کشمیر ہو، یا بوسینا، چیچنیا ہوں
اعدا کے کڑے ہات ہیں اے سیدِ ساداتؐ!
آشوبِ زمانہ سے نمٹنے کے لیے ہم
محتاجِ عنایات ہیں اے سیدِ ساداتؐ![۱۸]

عصرِ حاضر کے نعت گو شعراء کو بہت سے ایسے محرکات ملے جسے اُنہوں نے وظیفۂ حیات بنالیا ان میں سے ایک محرک عالمِ انسانیت کے حالات کی ابتری ہے یوں نعت اصلاحِ معاشرہ کا ایک ایسا ذریعہ بن گئی اور حُبِ رسول کی آئینہ دار بھی۔ حفیظ تائبؒ نے اپنی نعتوں کے توسط سے انسانی نفسیات کو حقائق کے آئینے میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ وہ زندگی کے نشیب و فراز کو انسانیت کے اجتماعی تناظر میں پرکھتے ہیں اور انسان بحیثیت مجموعی جن خواہشات کا

اسیر ہے ان سے پیدا ہونے والی اضطراری کیفیات، افسردگی اور پژمردگی کا ذکر کرنے کے بعد آپؐ سے نظر کرم کی التجا کرتے ہیں:

مزاجِ زندگی سخت برہم ہے سیدؐ عالم
دگر گوں ہیں بہت احوال سیدؐ عالم
اسیر حادثات نو بنو ہے اُمتِ عالم
کہ اس پہ یورشِ اعدا ہے پیہم سیدؐ عالم
عنایت کا ہے جویا ہر دل افسردہ و محزوں
طلب گارِ کرم، ہر چشم پرنم سیدؐ عالم
مداوا سب دکھوں کا ہے دُعا تیری شہِ والا
تیری نظر ہے سب زخموں کا مرہم سیدؐ عالم (۱۹)

سیدؐ عالم کی ترکیب کا استعمال حسنِ اہتمام کی بہترین مثال ہے نیز طغیانی حالات کو اس کمال سے نعت میں سمونا تائبؔ کے فکر و احساس کا عکاس ہے، خصوصی طور پر ملت بیضا کے حوالے سے اُن کی نگاہیں ہمیشہ رحمتؐ عالم کی متلاشی رہتی ہیں۔ اس پہلو نے حفیظ تائبؔ کے نعتیہ شہر آشوبوں کے حسیاتی جمال میں اضافہ کیا ہے گویا کہیں وہ درد محسوس کرتے ہیں، کہیں اشک بہاتے ہیں اور کہیں بے ساختہ دستِ دُعا بلند کرتے ہیں۔ اُمتِ مسلمہ پر بیرونی خلفشاروں نے جس طرح دائرۂ زندگی کو تنگ کر دیا ہے۔ تائبؔ اس کا اظہار یوں کرتے ہیں:

خلقِ خدا ہے نت نئے آشوب سے دوچار
رحمت مآب، میرِ اُمم، صاحبِ حرم
اُمت حضورؐ کی ہے عجب ابتلاؤں میں
پیہم ہے اس پہ یورشِ غم صاحبِ حرم
دستِ دُعا اُٹھایئے ملت کے واسطے
ٹوٹے حصارِ کرب و الم صاحبِ حرم
تائبؔ ہوا ہے طالبِ رحمت جناب سے
ہو اب تو سدِ بابِ ستم صاحبِ حرم (۲۰)

تائبؔ کے جذب دروں نے خیالات کے بہاؤ پر انفرادیت کی مہر ثبت کی جس کی چند نمائندہ مثالیں درج ذیل ہیں:

آنسو آنسو ہے فریادی اور عرضِ کرم ہچکی ہچکی
دھڑکن دھڑکن دیتی ہے صدا سرکارؐ توجہ فرمائیں
ایک میں ہی نہیں پوری اُمت، ساری دُنیا، ساری خلقت
تکتی ہے رستہ رحمت کا سرکارؐ توجہ فرمائیں (۲۱)

اسی طرح کا مضمون ایک اور جگہ یوں بیان کیا ہے:

کشمکش حالات میں، نت نئی مشکلات میں
غم کی سیاہ رات میں، دل کا سکوں نہ جائے چھین
صلِ علیٰ نبینا، صلِ علیٰ محمدٍ
اک نظر شہِ عرب، منتظرِ کرم ہیں سب
وصف ترے حبیبِ ربّ، کون سکے جہاں میں گن
صلِ علیٰ نبینا، صلِ علیٰ محمدٍ (۲۲)

ڈاکٹر ریاض مجید نے بالکل بجا کہا ہے کہ:

''پاکستان اور ملتِ اسلامیہ کو درپیش مسائل کا اظہار جس شائستگی سے ان کی نعتوں میں ملتا ہے دوسروں کے ہاں نظر نہیں آتا۔ مسلمانوں کی زبوں حالی، پاکستان میں سیاسی انتشار، اخلاقی و مذہبی قدروں کی پامالی سے لے کر مسجدِ اقصیٰ کے ماتم، افغانستان میں روسی جارحیت پر نالہ و فریاد کے جو مضامین تائبؔ کی نعت گوئی میں ملتے ہیں ان کے سبب نہ صرف تائبؔ بلکہ صنفِ نعت کو وسعت ملی ہے۔'' (۲۳)

المختصر دورِ جدید میں عقلیت، تجربیت، جدیدیت اور وجودیت کی موجوں نے انسانی زندگی کو جس بحران سے دوچار کر دیا ہے نیز نسل پرستی، فرقہ واریت، لوٹ کھسوٹ، دہشت گردی، مغربی ثقافت کی یلغار، ہندو تہذیب کے اثر و نفوذ اور امن و امان کے فقدان نے مسلمانوں کو جن اضطراری کیفیات سے دوچار کر دیا ہے اس کے نتیجے میں

زندگی ترقی کے نام پر آزادی خیالی کی شاہراہ پر ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ ایسے دوراہے پر حفیظ تائبؔ جیسا دردِ دل رکھنے والا حساس شاعر رحمتہ للعالمینؐ کے حضور دستِ دُعا بلند کرتا نظر آتا ہے کہ آپؐ خستہ حالوں پر نظر کرم کریں۔

حوالہ جات

۱۔ تائبؔ، حفیظ، صلوعلیہ وآلہٖ، لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۱۹۹۶ء، ص ۳۴

۲۔ تائبؔ، حفیظ، کوثریہ، لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۲۰۰۳ء، ص ۴۷

۳۔ تائبؔ، حفیظ، طاقِ حرم، لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۲۰۱۰ء، ص ۵۲

۴۔ تائبؔ، حفیظ، صلوعلیہ وآلہٖ، ص ۳۸۔۳۹

۵۔ ایضاً، ص ۱۱۸۔۱۱۹

۶۔ ایضاً، ص ۱۲۳۔۱۲۴

۷۔ فقیرؔ، افضل، دیباچہ، وسلمو تسلیما، (حفیظ تائبؔ)، ص ۴۱

۸۔ تائبؔ، حفیظ، وسلمو تسلیما، ص ۱۳۶۔۱۳۷

۹۔ تائبؔ، حفیظ، صلوعلیہ وآلہٖ، ص ۲۹۔۳۰

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۰۔۳۱

۱۱۔ امجد اسلام امجد، ایک مختتم سفر کا انتھک مسافر، مشمولہ فنون، لاہور، مارچ، اپریل ۱۹۷۹ء، ص ۳۰۹

۱۲۔ تائبؔ، حفیظ، وسلمو تسلیما، ص ۱۵۷

۱۳۔ تائبؔ، حفیظ، تعبیر، لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۲۰۰۳ء، ص ۷۳

۱۴۔ تائبؔ، حفیظ، وسلمو تسلیما، ص ۱۵۰۔۱۵۱

۱۵۔ تائبؔ، حفیظ، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۱۹۹۸ء، ص ۱۲۱۔۱۲۲

۱۶۔ تائبؔ، حفیظ، وسلمو تسلیما، ص ۱۵۰۔۱۵۱

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۶۹

۱۸۔ تائبؔ، حفیظ، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص ۷۵۔۷۶

۱۹۔ تائبؔ، حفیظ، وسلمو تسلیما، ص ۱۳۴

۲۰۔ تائبؔ،حفیظ،کوثریہ،ص۷۴۔۷۵

۲۱۔ تائبؔ،حفیظ،حضوریاں،لاہور:القمرانٹرپرائزز،۲۰۰۷ء،ص۶۷

۲۲۔ تائبؔ،حفیظ،طاقِ حرم،ص۲۶

۲۳۔ ریاض مجید،ڈاکٹر،اُردو میں نعت گوئی،لاہور:اقبال اکادمی،۱۹۹۰ء،ص۵۱۳